قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

الحمد للہ والمنۃ

کہ رسالہ عربیہ ساطعہ مقالہ مذہبیہ ناقض ضلالات نجدیہ کا قالع بدعات وہابیہ کا قاطعہ (جس میں اہل حق کے مذہب جواز بنای مکان وخیمہ وقبہ فوق القبر کو بدلائل قویہ واخبار صحیحہ مرویہ ثابت کر دکھایا۔ اور نجدی دہرم کے اوہام تناعیہ کو داب علمی کے ساتھ تار عنکبوت بلکہ بے اصل وبے ثبوت بتایا ہے) کا اردو سلیس ترجمہ مرتبہ فقیر حکیم میرزا احمد قادری چشتی موسومہ بہ نام تاریخی

بعض الصوارم الهندية

۱۳ ۲۵

بترجمة

جزء الرد على النجدية

حسب ایمائی

ناصر سنت کاسر بدعت مجمع الفضائل منبع الفواضل ذوالمجد المحترم مولانا المکرم عالی مولانا مولوی ابوالمد احمد علی صاحب دامت برکاتہم الحمیدۃ

وزیر ہند پریس امرتسر میں باہتمام بھائی بہادر سنگھ پرنٹر چھپا اور حکیم معراج الدین اڈیٹر الفقیہ پبلشر نے شائع کیا

تمہید مزید مع اہداء حمید

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج کل جبکہ فضائے دہر میں وہابیت کی گھنگور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ اور جابجا سے جواز ہدم قبب و آثار کے متعلق تحریرات بکثرت شایع ہونے لگی تھیں۔ دفعۃً ایک عربی رسالہ خفیف مقالہ مسمی بہ جزء الرد علے النجدیہ مطالعہ احقر سے گزرا۔ اوس میں مصنف علامہ کا خلوص وفیضان حسن اسلوب بیان دلائل نجدیہ کا زیغ وبطلان اور براہین اہل حق کا وثوق واتقان بنگاہ اولیں پسند آیا۔

چونکہ رسالہ مذکورہ کی زبان عربی تھی۔ اور کم علم حضرات کو اس کے بیش بہا فوائد سے محروم رہ جانے کا خطرہ توی۔ ادہر اپنی بضاعت علم ذکر مزجاۃ ادہر احباب کا اصرار بکثرت۔ بالآخر متوکلا علے اللہ ومستعینا بہ ترجمہ پر اقدام کیا۔ اور بعونہ تعالی بہت قلیل [illegible] انجام دیا۔ اگرچہ مقصود شہرت نام نہیں۔ لیکن بلا اشاعت کوئی تحریر مفید تام نہیں۔ لہذا مناسب جانا کہ ناچیز ترجمہ کو بخدمت رفیع المرتبت عالی جناب فیض مآب مجمع الفضائل منبع الفواضل ناصر سنت کاسر بدعت نجدی شکن وہابی فگن جامع معقول و منقول حاوی فروع واصول مولانا المولوی ابوالمحامد احمد علی صاحب (متعنا اللہ بطول عمرہ وبرکاتہ) ہدیۃً پیش کروں۔ تاکہ طباعت کی کفالت اور امر اہم کی خاطر خواہ اشاعت ہو۔ امید کہ جناب ممدوح اس ہدیہ مختصرہ کو شرف قبولیت بخشیں۔ اور عند اللہ اجر عظیم حاصل کریں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر مرزا احمد قادری

کان اللہ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاضی ابو محمد بن قاضی ابو احمد اللہ بن ابو علی عبدالرزاق علوی نے کہا۔ کہ تمام تعریف رب کعبۂ مکرمہ وقبلۂ معظمہ کے لئے مختص ہے۔ اور درود وسلام نازل ہوں نبیِ رحمت پر جن کا روضۂ منورہ دار الہجرۃ المطہرہ (مدینہ طیبہ) میں ہے۔ اور آپ کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے سنت کی عمارت کو بلند کیا۔ اور مجتہدین پر جنہوں نے جدید فرقوں کی جڑوں کو اکھیڑ کر پھینک دیا۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ تھوڑا سا رد ہے فرقہ نجدیہ کا۔ جو محض اس غرض سے لکھا گیا ہے۔ کہ مزار اور گھر اور قبہ (بالائے قبر) بنانے کے متعلق جو مذہب اہل حق ہے اوس کا اثبات ہو۔ اور اون کے مخالفین کا رد ہو جو باشندگانِ نجد کے بدترین لوگوں میں سے ہیں۔ (وساتھ ہی) اون کی وہ خصومت بھی منقطع ہو جائے جن کا منشاء اون کی کج فہمی (اہل علم وفہم کا عدم اتباع ہے۔ شاید (اس کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اونہیں راہ راست کی ہدایت نصیب کرے۔ اور لوگوں کو اون کے فتنے اور دھوکہ سے پناہ دے۔

مشکوٰۃ شریف (مطبوعہ اسلامی) کے صفحہ ۵۸۲ کتاب الفتن میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم بارک الخ اے خدا ہمارے شام میں برکت عطا کر اے خدا ہمارے یمن میں برکت دے۔ چند لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں بھی۔ آپ نے فرمایا وہاں سے زلزلے اور فتنے اُٹھنے والے ہیں۔ اور وہیں پر قرن شیطان پیدا ہوگا۔

فقیر ابو محمد کہتا ہے۔ کہ یہ وہابیت وہیں سے پیدا ہوئی۔ گویا وہ شاخدار سینگ ہے۔ جس سے یہ چند فرقے مرزائی نیچری۔ چکڑالوی نکل پڑے۔ اور شیاطین کیطرح ہندستان میں پھیل گئے۔ (خدا تعالےٰ ہم کو اُن کے بُرائیوں سے محفوظ رکھے)

اب رہے فتنے۔ تو ان میں سے پہلا فتنہ تو وہ ہے۔ جو محمد بن عبدالوہاب اور اُس کے بعد کے زمانہ ۱۲۱۸ھ میں واقع ہوا۔ جبکہ وہ مکہ مکرمہ پر مسلط ہوا تھا۔ اور بالآخر بڑی ذلت کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اُس کو نکالا۔ اور دوسرا فتنہ وہ ہے جو ۱۳۴۳ھ میں ظاہر ہوا۔ (خدا تعالیٰ ان کو دفع کرے اور ان میں پھوٹ ڈال دے)

مجھے حاجی حسین بخش صاحب نجار نے یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ میں جمعہ کی نماز کے بعد کہا۔ کہ مجھ سے آج ہی حاجی الٰہی بخش صاحب نجار نے مدینہ منورہ میں مقیم ہو جانے کے بعد

واپس آجانے پر فتنہ نجدیہ کا حال بیان کیا۔ کہ نجدیوں نے
ماہ محرم ۱۳۴۴ھ میں مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور والی
مدینہ طیبہ شریف (ایدہ اللہ بنصرہ) وہیں محصور ہیں۔ تو
کسی صالح نے استخارہ کیا۔ (حسین بخش نے کہا کہ الٰہی بخش
نے اس صالح کا نام بتایا تھا مگر مجھکو یاد نہیں رہا) اور
اس میں دیکھا۔ کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ روضہ مطہرہ سے یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف
لائے۔ کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان
لوگوں کو عذاب کا ذائقہ چکھاؤں"۔ کہ ناگہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ
صدیق رضی نے فرمایا۔ کہ اے عمر رضی اللہ عنہ ان کو مہلت دو۔ اور کچھ صبر
کرو۔ اور واپس آجاؤ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو
طلب فرماتے ہیں۔ صالح نے کہا کہ اس وقت سیدنا عمر
رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔ اور میں آمادہ ہوا۔ کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے چلا جاؤں اور
اپنے ہاتھوں کو بلند کیا۔ تو دیوار مجھ پر گر پڑی۔ جس سے میں
چونک پڑا۔ فقیر (ابو محمد) کہتا ہے کہ مجھے اس کے ماننے میں
تردد نہیں ہے۔ واللہ اعلم

باب اوّل

اس میں وہ احادیث ہیں۔ جن کو فرقہ نجدیہ حجت بنا سکتا ہے۔

(۱) از انجملہ (مشکوٰۃ میں) پہلی حدیث[عہ] ابو الہیاج ہے۔ کہا اُس نے مجھ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس پر مجھکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ کسی بلند قبر کو بغیر برابر کئے اور کسی تصویر[عہ] کو بغیر مٹائے نہ چھوڑنا۔ اس حدیث کو مسلم ترمذی وغیرہما نے ذکر کیا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اس جگہ مشرف سے مراد مشرف فاحش (بہت زائد بلند) ہے۔ جس طرح نصاریٰ کی قبریں ہوا[عہ] کرتی ہیں۔ جس طرح تمثال سے مراد ذی روح کی صورت ہے۔

اس سے (مسلمانوں کی) قبور مسنمہ مراد نہیں ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ تسنیم تو خود فعل مسنون ہے۔ چنانچہ امام ابو جعفر طبری[عہ] نے ایک جماعت سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ اہل اسلام کا روتیہ ہے۔ کہ ہمیشہ اپنی قبور میں تسنیم کرتے ہیں۔ (یعنی زمین سے بلند کرتے ہیں)

امام محمد[عہ] نے کتاب الآثار میں فرمایا۔ کہ مجھ سے حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی۔ ابراہیم

عہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۰

عہ حاشیہ ... (۱۲)

عہ عقود الجواہر صفحہ ۱۰۸ جلد اول

نے کہا کہ مجھکو اُس شخص نے کہا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کو بچشم خود دیکھا۔ کہ وہ سب "مسنمہ ناشزہ" زمین سے اونچی اور بلند تھیں۔ جن پر سفید سنگریزے پڑے تھے۔ اس حدیث کی اسناد "حسن قوی" ہے۔

اور ابن ابی شیبہؒ نے اپنی تصنیف میں کہا۔ کہ روایت کی مجھ سے عیسٰی بن یونس نے سفیان تمار سے۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں خاص اُس مکان میں گیا۔ جہاں نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کی قبر انور ہے۔ تو میں نے آپ کی اور شیخین کی قبروں کو بلند دیکھا۔ اس روایت کو بخاری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا۔ اور حافظ علاؤالدین ماردینی نے اسکی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ روایت کی مجھ سے یحییٰ بن سعید نے سفیان سے اور وہ ابی حصین اور وہ شعبی سے راوی۔ کہا شعبی نے کہ شہداء اُحد کی قبروں کو میں نے بلند و مرتفع دیکھا۔ حافظ علاؤالدین نے کہا۔ کہ یہ اسناد صحیح ہے۔

اور امام جعفر طبریؒ نے تہذیب الآثار میں فرمایا کہ روایت کی ہم سے ابن بشار نے وہ کہتے ہیں۔ کہ روایت کی ہم سے عبدالرحمن بن خالد بن ابی عثمان نے۔ کہا کہ میں نے ابن عمر کی قبر کو بلند دیکھا۔ اور ابن شاہینؒ جنائز میں جابر جعفی سے ناقل۔ جابر نے کہا کہ میں نے اُن تینوں حضرات سے جن کے باب مقبرۂ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم میں مدفون تھے۔ یعنی ابو

ملاحظہ ہو ۱۲

ملاحظہ ہو ۱۲

عینی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ ۱۲

مثله اصل عبارت میں "قبر" کا لفظ ہے جس کے معنی یہاں مقبرہ ہیا ۔ ۱۲

ابوجعفر اور قاسم اور سالم سے دریافت کیا۔ اور کہا کہ مجکو اپنے باپ کی قبروں کا حال بتلاؤ۔ جو حجرۂ منورہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں میں ہیں۔ تو سب نے بالاتفاق یہی کہا۔ کہ وہ سب قبریں بلند و مرتفع ہیں۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ جابر جعفی کے بارہ میں لوگوں کا اختلاف ہے لیکن اوس کی روایت کے لئے ایک عمدہ شاہد موجود ہے۔ جو پیشتر گزر چکا۔ حالانکہ بہت سے لوگوں نے اوسے معتبر بھی جانا ہے

اگر یہ کہا جائے کہ قاسم کی یہ روایت کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاسم کو تینوں قبریں کھول کر دکھلائیں جو نہ بلند نہ زمین سے ملی ہوئی تھیں اس کے معارض ہے۔ اس کو ابوداؤد نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اور اس کی اسناد میں عمرو بن عثمان بن ہانی ہے جو مجہول ہے۔

مسلم ص۳۱۲ ج۲

تقریب ص۲۹۹

ہم اس کا جواب یوں دینگے کہ کوئی معارضہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ مشرف کے معنی تو وہی ہیں جو ہم نے پہلے ذکر کر دیا۔ اور عدم اشتراف تسنیم کی نہ تو نفی کرتا ہے نہ اوسکے منافی ہے۔

پھر ابوعبداللہ الحاکم نے ان دونوں میں تطبیق کے لئے جو یہ کہا ہے۔ کہ وہ حالت ابتداء امر میں تھی بعد میں بلند کر دی گئی تو اس میں تامل ہے۔

اور حافظ علاؤالدین بن الماردینی نے اپنی کتاب الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی میں حاکم کا تعقب کیا ہے۔ پس اوس کا مطالعہ کیا جائے۔

علاوہ بریں لفظ لا لاطئۃ (یعنی زمین سے ملی ہوئی) خود قبروں کی بلندی پر دلالت کرتا ہے۔ پس لوگ یہ نہیں کر سکتے ہیں کہ قبور ثلثہ کو اور ابن عمر اور شہداء اُحد کی قبروں کو مسنم بنادیں۔ اور اگلی حالت میں تغیر و تبدل کر دیں۔

بلکہ ظاہر یہ ہے۔ کہ یہ سب قبریں ابتداہی سے مسنم بنی ہوئی ہیں۔ چنانچہ جعفی نے (سالم سے) روایت کی۔

اور ابن عثمان کی روایت منکر ہے۔ قابل احتجاج نہیں۔

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اُس روایت سے جس میں علیہا مدر بعض سے رد ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ روایت امام صحیح تر ہے۔

اور امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کی امام ابوحنیفہ سے وہ حماد سے وہ ابراہیم سے راوی کہ فرمایا کرتے تھے آپ کہ قبر کو اسقدر بلند بنایا کرو۔ کہ شناخت ہو جائے۔ کہ یہ قبر ہے۔ فلاں شخص کی۔

اور لفظ مبطوحۃ اس کے متعلق قدوریؒ نے تجرید میں فرمایا احتمال ہے کہ قبریں مبطوح ہوں۔ اور تسنیم بھی درمیان سے کی گئی ہو اگر یہ کہا جائے کہ یہ آثار نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نہ تو قول پر دلالت کرتے ہیں نہ فعل پر۔ پس ہم ان کو حجت نہ جانیں گے۔

ہم یہ جواب دینگے۔ کہ یہ آثار ہمارے نزدیک ہمارے اصول کے مطابق حجت ہیں۔ اس لئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل کا اتباع واجب ہے۔ بشرطیکہ ان کا اثر حدیث مرفوع سے

مخالف واقع نہو۔ اور (اس مسئلہ میں) کہیں مخالفت نہیں پائی گئی ہے۔

اور دلیل فعل صحابی کے حجت ہونے کی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمان ہے۔ کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم اس حدیث کو بیہقی اور ایک جماعت محدثین نے نقل کی۔ اور وہ حدیث حسن ہے۔ اور اس باب میں دوسری احادیث بھی ہیں۔ مگر یہ سب میں مشہور تر ہے۔

بلکہ خود حدیث مرفوع سے ایک روایت علامت قبر کو بلند کرنے کے بارہ میں وارد ہے۔ چنانچہ کثیر بن زید نے مطلب سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت عثمان بن مظعون فوت ہوئے تو آپ کا جنازہ قبرستان پہنچایا گیا۔ اور آپ دفن کئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو امر فرمایا۔ کہ ایک پتھر آپ کے پاس اٹھا لائے۔ وہ شخص پتھر نہ اٹھا سکا۔ تو نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم بنفس نفیس پتھر کے پاس تک تشریف لے گئے۔ اور آستینیں چڑھا کر پتھر کو اٹھا لائے۔ اور سرہانے پر رکھ دیا۔ اور یہ فرمایا کہ میرے بھائی کی قبر کی شناخت کیلئے اسے نشانی بناتا ہوں۔ الحدیث۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور اس کی اسناد میں ایک صحابی ہے جس کا نام معلوم نہیں۔ مگر اس کا کوئی مضائقہ نہیں۔ باقی تمام رجال سچے ہیں اور یہ مطلب وہی ہیں جو عبداللہ بن حنطب کے بیٹے تابعی ہیں۔ ابن ابی وداعہ صحابی نہیں ہیں جس طرح مشکوۃ میں ہے۔ اور

یہ خطا ہے۔

اور کثیر بن زید کا اس حدیث کے لئے ایک طریق اور بھی ہے جس کو ابن ماجہ نے متصلاً اس طرح بیان کیا۔ عن کثیر عن زینب بنت نبیط عن انس رضی اللہ عنہ اور مختصر ذکر کیا اس کو۔ اور اسناد اس کی حسن قوی ہے۔ اور اس میں دراوردی ہے جس کو شیخین نے روایت کی۔ اور ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے اواخر باب البر والصلۃ میں۔ پس یہ حدیث مقبول اور حجت ہوگئی۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ جب وہ پتھر ایسا تھا۔ کہ ایک شخص سے اُٹھ نہ سکا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ بہت بڑا ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ علامت قبر کو بلند کرنا سنت ہے۔

اور وہ حدیث جس میں ذکر تسویہ کا ہے۔ پس وہ یوں ہونا چاہیئے۔ کہ اولاً قبر پر مٹی ڈال کر برابر کرلی جائے پھر پتھر یا اینٹ وغیرہ سے تسنیم کی جائے۔ بدلیل اسی حدیث کے۔

اور تسنیم کے تو خود امام ابو حنیفہ اور مالک اور احمد اور مزنی اور بہت سے ائمہ شافعیہ قائل ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی کو ماثبت بالسنہ میں شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا۔

اور امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہ (رحمہما اللہ) سے نقل فرمایا۔ کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ہم سے مرفوعاً بیان کیا۔ کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تربیع قبور سے منع فرمایا۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ اس اسناد میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ

جب تربیع کی مخالفت کی گئی۔ تو نشان قبر بنانے میں وہی تسنیم سنت ہوئی۔ رہا تسویہ تو نہ ہم اوس کو سنت قرار دیتے ہیں۔ اور نہ وہ کسی صحیح تاویل کے ساتھ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور نہ مسلمانوں میں وہ معمول بہ ہے۔

اب حدیث فضالہ میں جو تسویہ مذکور ہے۔ وہ شاید لفظ و لا قبرا مشرفا الا سویتہ سے اخذ کیا گیا ہوگا۔ اور اس کی تاویل بیان کر دی گئی۔

اور دوسری تاویل یہ کہ تسویہ بالارض (یعنی بالکل زمین کے برابر کر دینا قبر کو) مخصوص ہے دار الحرب کے ساتھ تاکہ مخفی اور کفار کی دستبرد سے محفوظ رہے۔

ازانجملہ دوسری حدیث جابر ہے۔ کہ منع فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گچ سے قبر کو پختہ اور اس کے اوپر بناء بنانے سے۔ مسلم نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ اور ترمذی وغیرہ کی روایت میں لفظ وان یکتب بھی زیادہ ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ "بنا علی القبر" سے نفس قبر کے اوپر کی بناء مراد ہے۔ تاکہ وہ قبر بلند ہو جائے۔ اس لئے کہ ضمیر علیہ کی قبر ہی کی طرف راجع ہے۔ اور لفظ علیٰ استعلاء کے لئے موضوع ہے۔ اور استعلاء حقیقی ہی اصل ہے۔ اور یہ مراد نہیں ہے کہ قبہ کی طرح کوئی بنا قبر کے اطراف یا اوپر بنانے کی ممانعت کی گئی۔ جیسا کہ ان نجدیوں نے سمجھ رکھا ہے۔

پھر اس بارہ میں جو نہی وارد ہے وہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی

منحۃ اللبیب جلد اول صفحہ ۱۲۱

چنانچہ جمہور فقہا بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور سبل السلام شرح بلوغ المرام میں قول جمہور کو نقل کیا ہے۔

پھر اس پر اعتراض کیا کہ نہی میں اصل تحریمی ہے۔ اور اصل مراد سے کوئی صارف موجود نہیں لہذا اصل ہی کا مراد لینا بہتر ہے۔ جواباً میں کہونگا۔ کہ (عدم صارف) محل نظر ہے۔ کیونکہ صارف موجود ہے۔ اور وہ صارف یہ کہ اصل اشیا میں اباحۃ ہے۔ اور کراہتہ بوجہ تشبہ نصاریٰ ہے۔ جب بقصد تشبہ ہو تو حرام ہے۔ اور بقصد تشبہ نہ ہو تو حرام نہیں۔ کیونکہ انما الاعمال بالنیات۔ اب رہی کراہتہ تنزیہی یہیں وہ بدلیل ظاہر امر ہے۔ اور اسی ظاہر پر حدیث وارد ہوئی ہے۔

علاوہ بریں اس حدیث میں بناء منہی عنہ کے معارض وہ حدیث ہے۔ جس میں حجر کبیر رکھنے کا ثبوت موجود ہے۔ نیز دوسری وہ روایت بھی معارض ہے جو انہی جابر سے مروی۔ جنہوں نے حدیث نہی کی خود روایت کی ہے۔ وہ یہ کہ سعد بن ابی وقاص کی قبر زمین سے ایک بالشت بلند کی گئی تھی۔ اس کو بیہقی نے روایت اور ابن حبان نے تصحیح کی ہے۔ اور یہ کارروائی خود حضرت سعد بن ابی وقاص کی وصیت کی بنا پر کی گئی تھی۔ جیسا کہ صحیح مسلم سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

نیز معارض ہے صالح بن ابی صالح کی روایت سے۔ جس نے کہا ہے۔ کہ دیکھا میں نے قبر نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کو بقدر ایک بالشت کے بلند۔ اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں

ذکر کیا۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ بعض عوام یہ خیال کرتے ہیں اس کے معارض وہ روایت ہے جس میں تسنیم کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس کے ساتھ بھی معارضہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ تسنیم کا بقدر بالشت یا کم و بیش ہونا ممکن ہے۔

نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے بھی معارض ہے جس میں یہ ہے کہ آپ قبروں کو ٹیک لگا کر بیٹھتے۔ اور کبھی پہلو لگاتے۔ اس روایت کو امام محمدؒ نے موطا میں علی وجہ البلاغ ذکر کیا۔ اور طحاوی نے اپنی سنن میں ایسی سند سے ذکر کیا ہے جس کے رجال معتبر ہیں۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ امام مالک نے روایت کی ہے۔ اور طحاوی کے لفظ یہ ہیں کنت ابسطلہ الخ یعنی میں ان کے لئے مقبرہ میں بستر کر دیتا۔ تو آپ قبر کو ٹیک لگا کر بیٹھتے اور وہیں پہلو لگائے ہوئے لیٹ جاتے۔

طحاوی شریف جلد ۱ ص ۲۹۶

اس سے یہ بات مستفید ہوتی ہے۔ کہ قبریں اتنی بلند ہوا کرتی تھیں جن سے ٹیک لگا سکتے تھے۔

نیز اس روایت سے بھی معارض ہے جس میں قبور حجرۂ شریف کی تسنیم کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آگے یہ بیان گزر چکا۔

فقیر کہتا ہے کہ ان روایات میں قبر کی نشانی بلند کرنے کا ثبوت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد اکابر صحابہ سے موجود ہے۔ اور علامت قبر کو بلند بنانا یہ بھی ایک گونہ بناء علی القبر

ہے۔ پس وہ حدیث جس میں بناء کی ممانعت ہے۔ یا تو محمول ہوگی قبر کے مشرف بمعنی فاحش (بہت زائد بلند) ہونے پر۔ یا منسوخ سمجھی جائے گی۔ جیسا کہ حافظ ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک میں ادعا کیا۔

اور سلف خلف کا اس کے خلاف عمل کرنا اسکی منسوخیت کی بیّن دلیل ہے۔

اور یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ ان کو حدیث نہی نہیں پہنچی تو یہ دلیل اسکے موضوع ہونے کی ہے۔ اور اگر موضوعیت تسلیم نہ کی جائے تو قائل کا قول بیہودہ ہوگا۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ اس بارہ میں کوئی روایت اس قسم کی ثابت ہو، یا صحیح جس سے صریحاً ممانعت قبر کے اوپر بنا کرنے کی سمجھی جائے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ جب جمہور کے نزدیک بناء علی القبر مکروہ تنزیہی ہے۔ تو قبر کے اوپر قبہ بنانا بھی مکروہ بطریق اولیٰ ہوگا۔

ہم جواب میں کہیں گے۔ کہ اولاً یہ قیاس ہوا۔ اور تمہارے مذہب میں قیاس ناجائز ہے۔ اور تم اس کو حجت قرار نہیں دیتے ہو۔ تو پھر تم اس جگہ کیونکر جائز کر سکتے ہو۔ اور اسے حجت بنا سکتے ہو۔

اور ثانیاً یہ کہ یہ قیاس فاسد ہے۔ کیونکہ اصل سبب قبر پر بنا کرنے کی کراہیت کا محض مشابہت یہود و نصاریٰ کی ہے اور یہ مشابہت بناء بیت اور بناء قبہ میں موجود نہیں تو مکروہ

بھی نہ ہوگا۔ اگر مکان بنالینے میں مشابہت موجود ہوتی تو صحابہ کرام اس مشابہت کو جائز نہ رکھتے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام کے اجماع واتفاق کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حجرۂ عائشہ صدیقہ میں دفن ہونا ثابت ہے۔ بلکہ صحابہ پہلے اس مکان کو منہدم کر لیتے۔ پھر اوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن فرماتے تاکہ تشبہ سے بھی احتراز ہو۔ اور نقل مکان بھی نہ ہو۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ صحابہ نے اس مکان کو اس لئے منہدم نہیں کیا۔ کہ جس امر میں کراہت تنزیہی ہو۔ اس کا ازالہ ضروری وواجب نہیں ہوتا۔

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اگر ایسی بات ہے۔ تو جس بناء کو صحابہ نے ہدم نہیں فرمایا تم اس کے ہدم کے درپے کیوں ہو۔ یہ تمہاری بےحیائی اور بدعقیدگی ہے۔ کیا تم اُن حضرات صحابہ سے زیادہ تر قوی ہو (امور دینی میں)

اگر یہ کہا جائے۔ کہ ہم اس مکان کا ہدم جائز رکھتے ہیں جو قبر بن جانے کے بعد بنایا گیا ہو نہ حجرہ شریفہ کے مانند کو۔ حفظہا اللہ تعالیٰ۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس قسم کا مکان بنانا صرف مکروہ تنزیہی ہے بقول آپ لوگوں کے۔ اور اس کا ازالہ غیر ضروری ہے۔ چنانچہ آگے بیان ہوچکا۔ اور ہمارے نزدیک تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس لئے کہ ممانعت تو صرف نفس قبر کے اوپر بنا کرنے کی ہے۔

پھر اُس استحسان کے ساتھ یہ کراہت زائل ہو جاتی ہے۔ اِس لئے کہ قبوں کے گرادئے جانے سے شوکتِ اسلام اُٹھ جاتی ہے۔ اور اصحابِ قبور کی ایک گونہ توہین وبیعزتی ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے افعال انہیں لوگوں سے سرزد ہونگے۔ جو اصحابِ قبور کے فیوض سے محروم و مایوس ہیں۔ اور جو ولایت اور قربِ وصول الی اللہ سے بے بہرہ ہیں۔ اور عظمتِ اسلام و دین سے اندھے ہیں۔ حالانکہ بکثرت اور متعدد احادیث واخبار اصحابِ قبور کی ایذارسانی کی ممانعت میں وارد ہیں۔

محدث جلیل علامہ طیبی ؒ نے (مجمع البحار میں) ارقام فرمایا کہ سلف نے فضلاء علماء اور اولیا کے قبور پر بنا کرنے کو مباح کیا ہے۔ تاکہ وہاں زائرین آکے آرام پائیں۔ (مجمع البحار [illegible])

میں کہتا ہوں۔ کہ نفس زیارت تو نہ صرف مباح بلکہ مامور ہے بالخصوص قبور اولیاء اللہ تعالیٰ کی۔ اس لئے کہ ارشاد نبی کریم ہے فزوروها الخ اس حدیث کی امام ابوحنیفہ رح اور ایک جماعت ائمہ نے تخریج کی ہے۔

اب رہا سلف کا بنا کو مباح کرنا۔ تو یہ اس لئے کہ اُن حضرات سلف نے اس بارہ کی احادیث کی تاویل کو مناسب نہ سمجھا جسطرح نجدیہ نے تاویل کی ہے۔

اگر کہا جائے۔ کہ تم نے کیونکر جانا۔ کہ حدیث نہی میں علّۃ مشابہت بہ نصاریٰ ہے۔

ہم کہیں گے۔ کہ اس امر کی تصریح تو خود تمہارے مذہب کے بعض گرو گھنٹال (جیسے صدیق حسن بھوپالی) نے کردی ہے۔

پھر دفن کرنا میت کا اور قبر تیار کرنا ایک قدیمی امر ہے۔ حتی کہ اگلی امتوں میں بھی یہی دستور رہا ہے۔ اور یہود و نصاریٰ بکثرت قبر کو گچ سے پختہ کرتے اور علامت قبر کو دیوار کی قامت کے برابر بلند کر دیا کرتے۔ جب ہم کو اس کی ممانعت کر دی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ ممانعت محض تشبہ ہی کی وجہ سے تھی۔

ازانجملہ تیسری حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ کہ النفقۃ کلھا الخ کل نفقہ راہ خدا میں ہے۔ بجز مکان بنانے کے کہ اس میں کوئی خیر نہیں۔ اس حدیث کو ترمذی نے باب صفۃ القیامۃ میں لکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ اس بناء سے مراد وہ بنا ہے جو بلا حاجت یا محض دنیاوی غرض سے بنائی گئی ہو۔ وہ بنا جس میں کوئی خاص حاجت یا دینی غرض و فائدہ ہو۔ اس نہی سے مستثنیٰ ہے۔

حاجت کی بنا یوں مستثنیٰ ہے۔ کہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کل بناء وبال الخ یعنی ہر بنا اوس کے بانی کے لئے وبال ہے۔ مگر وہ جو ضروری ہو۔ اس حدیث کو ابو داؤد[1] اور طحاوی نے مشکل الآثار میں انس سے بسند حسن لایا ہے۔

اور ترمذی[2] نے روایت کی ابراہیم سے کہ ہر بنا تجھ پر وبال۔

[1] ابو داؤد ۳۵۶ جلد ۲

[2] عمدہ حب ۱ جلد ۲-۱۲

ہوگی۔ تو میں نے پوچھا کہ ضروری بنا کا حال بتائیے۔ تو آپ نے
فرمایا۔ کہ نہ ثواب نہ عذاب۔
اور دینی غرض کی بنا دہ یوں مستثنیٰ کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ہر بناء اس کے بانی پر وبال ہے قیامت کے دن مگر
مسجد۔ اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں انس سے بیان
کیا۔ اور علامہ سیوطی علیہ نے اس کو حسن بتایا۔
دوسری حدیث یہ کہ من بنیٰ للہ مسجداً الخ یعنی جس نے
خدا کے لئے کوئی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اسی کے مانند اس کے لئے
جنت میں مکان بنا دیگا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم ترمذی ...
اور ابن ماجہ نے ذکر کیا۔
اور حضور نے ارشاد فرمایا جس نے بغیر ظلم و تعدی کے کوئی
بنا بنائی۔ تو جب تک اس سے کسی بندہ خدا کو فائدہ پہنچتا رہیگا۔
اس کے لئے اس کا اجر جاری رہیگا۔ طحاویؒ نے بسند حسن اسکو
بیان کیا۔ اور کہا کہ یہی مستثنیٰ ہے۔
اور طیبی ؒ نے حدیث کل بناء الخ کے موقعہ پر کہا ہے۔ کہ مراد
اس سے وہ بنا ہے۔ جو تفاخر اور مالداری ظاہر کرنے کے لئے
حاجت سے زائد بڑی بنائی گئی ہو۔ بناء خیر جیسے مساجد مدارس
اور مسافر خانے مراد نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مقبروں کی
بنائیں بھی انہیں میں داخل اور اسی قبیل سے ہیں۔
(۲) از انجملہ چوتھی حدیث ابن عباس ہے۔ لعن اللہ زائرات
القبور الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے قبور کی زیارت کرنیوالی

عورتوں اور ان مردوں پر جو قبروں پر مسجدیں اور چراغاں کرتے ہیں۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور نسائی نے اور حاکم نے مستدرک میں بیان کیا۔ اور اس کی سند ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ ابو صالح نے اس حدیث کو ابن عباس سے اس وقت روایت کی۔ جبکہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا چنانچہ طیالسی نے اپنی مسند میں یہی ذکر کیا۔

اور اس حدیث کی روایت امام احمد کے نزدیک حسان بن ثابت اور ابو ہریرہ سے ہے جسمیں والمتخذین الخ نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ عورتوں کو زیارت قبور کا حکم اختلافی ہے۔ چنانچہ ترمذی نے اس کو ذکر کیا ہے سنن میں۔

پھر کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ کیونکہ ابن عبد البر نے تمہید میں ابن ملیکہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عائشہ ایک روز قبرستان سے آئیں۔ تو میں نے کہا۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیارت قبور سے منع نہ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا ہاں پہلے منع فرمایا کرتے تھے پھر اجازت دیدی تھی زیارت قبور کی۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ زیارت قبور عورتوں کے لئے مکروہ بلکہ حرام ہے اس زمانہ میں پر آشوب ہونے کے سبب سے۔ چنانچہ حافظ بدر الدین عینی نے یہی لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ زیارت قبر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح میں وارد کہ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے۔ اور یہ حدیث مشہور ہے۔

فقیر کہتا ہے۔ لفظ حدیث دالمتخذین علیہا الخ بھی نجدیہ کیلئے
ایسی حجت نہیں جس سے منع بنا فوق القبر کو ثابت کر سکیں۔ اسلئے
کہ مراد اس سے صرف یہی ہے۔ کہ قبر کی طرف سجدہ نہ کیا جائے
اور نہ مقبرہ کو مسجد بنائیں جس طرح یہود و نصاریٰ کیا کرتے
تھے۔

یہ مراد نہیں ہے۔ کہ مطلق بنا قبر کے اوپر ناجائز ہے اس لئے
کہ بنا نہ تو کسی کو سجدہ کرنے پر مجبور کرتی اور نہ سجدہ سے مانع ہوتی
ہے۔ اگر نفس بنا مستلزم سجود ہوتا تو صحابہ یہ فعل نہ کرتے (رضی اللہ
تعالیٰ عنہم) نسائی نے بسند صحیح اس حدیث کو روایت کی ہے۔ ۱۱۹
حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ نے ایک کنیسہ کا
ذکر فرمایا جس کو سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا۔ اور اس میں کچھ
تصویریں بھی تھیں۔ تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان
لوگوں میں یہ رسم ہے۔ کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مرجاتا تو
اس کی قبر کے اوپر مسجد اور اس میں وہ تصویریں بنالیتے۔ قیامت
میں ایسے لوگ بدترین مخلوق میں سے ہونگے۔
حافظ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ علامہ ۱۲۲
بیضاوی نے فرمایا۔ کہ جب یہود و نصاریٰ اپنے انبیا علیہم السلام
کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے اور انہیں قبور کو قبلہ بنا کر نماز وغیرہ
میں اسی طرف رخ کیا کرتے۔ اور ان کو بت بنالیا کرتے تھے۔ تو
اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی۔ اور اہل ایمان کو ایسی حرکات سے
منع فرمایا۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ یہ جو چراغاں سے ممانعت کی گئی۔ وہ محض فعل گناہ کے سبب سے نہ کسی اور وجہ سے۔ (شاید بعض لوگ اوس روشنی میں مرتکب معاصی ہوا کرتے ہونگے)

بدلیل اس کے کہ ترمذی ؒ نے باب الدفن باللیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اوس کو حسن تبلایا۔ کہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم ایک قبر پر تشریف لائے رات کو تو آپ کے لئے چراغ روشن کردیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغ کی روشنی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ لوگوں کو اس سے نفع ہو۔ یا اُس روشنی میں کوئی نیک کام کیا جائے۔

ازانجملہ پانچویں حدیث نافع ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی۔ کہ لوگ اُس درخت کے پاس جایا کرتے ہیں جس کے نیچے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت فرمائی۔ تو آپ نے حکم فرمایا۔ اور وہ درخت کاٹ دیا گیا۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ روایت منقطعہ اور منکرہ ہے قابل احتجاج نہیں۔ اور صحیح روایات اس کے مخالف ہیں امام ابوعیسیٰ ترمذی ؒ نے باب الاذان فی اللیل میں فرمایا روایت نافع کی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقطع ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی باب الوطی فی ادبار النساء معانی الآثار میں فرماتے ہیں۔ کہ میمون بن مہران سے مروی ہے۔ کہ نافع کی عقل بوڑھے ہونے پر جاتی رہی تھی۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ یہ روایت کسی قابل نہ ہوئی۔ اور نہ اس سے حجت لا سکتے ہیں۔ اور صحیح واقعہ یہ ہے۔ کہ وہ درخت لوگوں کے دلوں سے بھلا دیا گیا۔ اور اُسے پوشیدہ کر لیا گیا۔

شیخین نے طارق بن عبد الرحمن سے روایت کی۔ کہ بہ نیت بغرض حج جا رہا تھا۔ کہ میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو نماز پڑھتے تھے۔ تو میں نے کہا یہ مسجد تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ درخت ہے جس کے نیچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت رضوان فرمائی تھی۔ تو میں سعید بن المسیب کے پاس گیا۔ اور اس واقعہ کی خبر دی تو سعید نے فرمایا کہ میرے والد اُن لوگوں سے تھے جنہوں نے اُس وقت اُس درخت کے نیچے حضور سے بیعت کی تھی۔ پھر سعید نے کہا کہ آئندہ سال جب ہم نے سفر کیا۔ تو اُس درخت کو بھول گئے اور ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ ہم اسکو نہ پا سکے۔ سعید نے کہا کہ جب اصحاب رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اُس درخت کا کہیں پتہ نہ پایا اور تم لوگوں نے اُس درخت کو معلوم کر لیا پھر تو تم لوگ صحابہ سے بھی زیادہ تر عالم ہوئے (یہ کہکر) ہنس دیا۔

نیز یہ بھی مروی کہ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا گذر اوسی جگہ پر ہوا جبکہ وہ درخت مفقود ہو چکا تھا۔ تو آپ نے اپنے رفیقوں سے دریافت کیا۔ کہ وہ درخت کہاں ہے۔ تو کسی نے کہا کہ اِس جگہ ہے دوسرے نے کہا کہ اُس جگہ ہے۔ جب آپ نے اس اختلافِ کثیر کو ملاحظہ فرمایا تو کہا چلو وہ درخت گم ہو گیا۔ اھ

فقیر کہتا ہے۔ کہ یہی درست اور ثابت حضرت عمرؓ سے ہے۔ ہاں یہ احتمال ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اوس درخت کو جس کو جہلاء نے شجرۃ الرضوان سمجھ رکھا تھا کٹوا دیا ہو۔ اور وہ درخت شجرۃ الرضوان نہ ہو جس کے نیچے فی الواقع نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مبایعت فرمائی تھی۔ اور آپ نے اس کو یکبارگی اس لئے کٹوا دیا تاکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر سے ایک بہتان اور لوگوں کے زعم کاذب کو دفع کردیں۔ اور اصلی درخت قدرتاً پوشیدہ کردیا گیا ہو۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ اوس درخت کے پوشیدہ یا بھلا دئے جانے میں کیا راز مضمر تھا۔

میں کہتا ہوں۔ کہ وہ درخت شجرۂ رحمت الٰہی تھا جو محض اہل بعیت کے لئے خاص بعیت کے دن ظاہر کردیا گیا تھا جسطرح شب قدر۔ کہ وہ مبارک شب ہے جو عام لوگوں سے مخفی رکھی گئی ہے۔ اور صرف مخصوص بندوں پر ظاہر کی جاتی ہے۔

امام ابوالبرکاتؒ نسفی نے مدارک میں اور امام بغوی نے معالم میں فرمایا۔ کہ شب قدر کا پوشیدہ کرنا ایسا ہی ہے جس طرح صلوٰۃ الوسطیٰ اور اسم اعظم اور ساعت اجابتہ جمعہ پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔[۱]

فقیر کہتا ہے۔ کہ اس درخت کا شجرۂ رحمت ہونیکی دلیل یہ ہے کہ بخاریؒ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔ کہ جب آئندہ سال واپس لوٹے۔ تو ہم میں سے دو شخص بھی تو اس درخت پر نہ ٹھہرے

[۱] بر حاشیہ خازن صفحہ ۲۹۵ جلد ۴

[۲] خازن صفحہ ۱۵۱

جہاں ہم نے بیعت کی تھی۔ وہ تو محض رحمت الٰہی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ شبقدر تو اس لئے پوشیدہ رکھی گئی۔ کہ شبقدر پانے کی غرض و طمع سے رمضان کی تمام شبوں میں مجاہدہ عبادت کریں۔

میں کہتا ہوں۔ کہ وہ درخت بھی اس غرض سے پوشیدہ کر لیا گیا کہ اہل بیعت رضوان کی فضیلت ظاہر ہو۔ اور رحمت اور خوشنودی مولیٰ تعالیٰ کی بوقت بیعت ان کو بشارت ہو۔ پھر جب ان کو وہ فضیلت حاصل ہوگئی۔ تو اس درخت کو پوشیدہ کر دیا۔ اور بھلا دیا گیا۔ اور وہ بشارت یہ ہے۔ کہ مسلم نے جابر سے روایت کی ہے۔ کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ اھ

گروہ وہابیہ میں سے کسی نے کہا ہے۔ کہ اس درخت کے پوشیدہ رکھے جانے میں حکمت یہ تھی۔ کہ اس درخت کی وجہ سے لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔ کیونکہ اس کے نیچے ایک کار خیر انجام دیا گیا تھا۔ اگر وہ درخت یونہی چھوڑ دیا جاتا۔ تو ضرور جہلاء اس کی تعظیم کرنے لگتے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ اسی کو نفع و ضرر میں مؤثر مانتے جس طرح ہم آج درخت کے سوا دوسری اشیا میں دیکھ رہے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کا اشارہ کیا ہے۔ اپنے قول میں کہ کان خفا ئہا رحمۃ من اللہ تعالیٰ۔ اھ

میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بیان بچند وجوہ غلط ہے۔

(۱) یہ کہ ابن عمر کی حدیث کے الفاظ اس طرح نہیں۔ جیسا

کہ آگے بیان ہوگا۔

(۲) یہ کہ کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوا۔ کہ جہلا بعینہٖ اوسی درخت کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے تو ایک نامعلوم درخت کو شجرۃ الرضوان سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ حدیث طارق میں گذر چکا

(۳) یہ کہ کوئی معترض یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اصلی درخت کو چھپا لیا تو دوسرے درخت کو کیوں نہیں چھپایا۔ باوجودیکہ نجدیہ اوسکی تعظیم کو مشاہدہ کر رہے تھے۔

(۴) یہ کہ جائز ہے اس معترض کو کہ دریافت کرے۔ کہ خدا تعالیٰ نے کس لئے نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کو اس درخت کے کاٹنے کا حکم نہیں فرمایا۔ تاکہ امت کو تعلیم اور نجدیہ کو ایک قسم کی حجت حاصل ہوتی۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ تو خدا کے فعل پر اعتراض ہوتا ہے۔ اور اُسے کس کی مجال ہے۔ کہ پوچھے۔

ہم کہیں گے۔ کہ یہ خدا پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اُس پر اعتراض ہے جس نے اخفا کی علت تعظیم جہال قائم کی ہے۔

(۵) یہ کہ تعظیم مطابق اندازہ مرتبہ کے ناجائز نہیں ہے۔ اور حد سے زیادہ تعظیم ثابت نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ خود نجدیہ بھی تو اپنے آباو شیوخ کی تعظیم کرتے ہیں۔ تو کیا خدائے تعالےٰ نے انہیں بھی مار ڈالا۔ تاکہ وہ تعظیم سے بچ رہیں۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ صخرہ اور شجرہ جنت کے ہیں مراد اس شجرہ سے وہی شجرہ رضوان ہے۔

(۶) یہ کہ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہو۔ کہ اس درخت کا پوشیدہ ہو جانا رحمت ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ وہ درخت جو ایک علامت تھی اہل ایمان کے حج سے رو کر دیئے جانے اور موت پر بیعت اور شدید شرائط پر صلح کرنے کی تو ایسے درخت کا مخفی ہو جانا اہل ایمان پر رحمت ہے۔ اور اس نے ایک عار کو دور کرنا ہے۔ تو اب اس کے بعد وہ کونسی دلیل ہے جس سے سمجھا جائے۔ کہ وہ درخت محض تعظیم جہلا کی وجہ سے پوشیدہ کر لیا گیا۔

اگر یہ کہا جائے۔ کہ ابن ابی شیبہ کی روایت اس پر دال ہے۔ تو میں کہونگا۔ کہ اول تو اس روایت کا یہ مطلب نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں تعظیم کا مطلق ذکر نہیں۔ اور اس سے تو صرف اسی قدر ثابت ہے۔ کہ زمانہ خلافت سیدنا عمرؓ میں وہ درخت کاٹ دیا گیا۔ حالانکہ یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ شریف ہی میں ناپید ہو چکا تھا۔ پھر ایسی چیز کا کاٹنا کب ممکن ہو سکتا ہے۔

اگر کہا جائے۔ کہ حدیث ما رقؔ کہ انھم اتخذوا الھا مسجدا اس پر دال ہے۔ تو میں کہونگا۔ کہ انہوں نے نفس درخت کی عبادت کے لئے نہیں بنائی تھی۔ بلکہ اس درخت کے نزدیک عبادت الٰہی کرتے تھے۔ تاکہ اثر اوس درخت کا محفوظ رہے۔ اور یہ عرب کا قاعدہ ہے۔ کہ جب حضور

ع۔ معراج کی حدیث اقدس میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شجرۂ موسیٰ (جو مدین میں ہے) کے پاس اور طور سینا وادی جہاں حضرت موسیٰ سے خدا تعالیٰ نے کلام فرمایا تھا) پر نماز پڑھی تھی ۱۲ (جواہر البحار ص ۱۱۸۴)

اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی تبرک کی حفاظت کا ارادہ کرتے تو اس کے قرب میں مسجد بنا دیتے۔ مدارج النبوۃ میں شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اور یہ طریقہ خیار القرون میں تھا۔ اور اس وقت اس کو کسی نے ناپسند نہیں کیا۔ اور برا نہ جانا۔

حلبی نے فرمایا۔ کہ جو کسی ولی کے پڑوس میں مسجد بنالے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے۔ کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر آن پتھروں میں ہے۔ جو مسجد حرام کے اندر واقع ہیں۔ اور وہاں نماز پڑھنا افضل مانا گیا ہے۔ اھ

(۷) یہ کہ اگر اس غرض سے اخفا تھا تو وہ پوری نہ ہوئی۔ بلکہ جہلا نے اس کے بدلہ میں دوسرا درخت قرار دے لیا۔

پس بجائے اس کے کہ کان خفائہا رحمۃ کہا جائے یہ کہا جائے گا۔ کہ صار فیہ الخفاء غیر رحمۃ بل وبالا یعنی بجائے رحمت ہونے کے اوس کا پوشیدہ ہونا ایک وبال ہوا۔ کیونکہ بقول تمہارے تعظیم تو باقی رہی۔ اور افترا بھی بہت زیادہ ہوا۔ الحاصل یہ قول بھوپالی محض باطل و نامعتبر ہوا۔ واللہ اعلم

ج ۱ ص ۱۲۲

حلبیہ ج ۳ ص ۳۰۵

باب دوم

اُن روایات میں جو اہل حق کیلئے حجت ہیں

از انجملہ پہلی حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہے۔ کہ نہیں دفن کیا گیا کوئی نبی مگر اُسی جگہ جہاں اُس نے وفات پائی اس روایت کو امام احمد نے مسند میں بیان کیا۔ اور حافظ سیوطی علیہ نے اس کو حسن بتایا۔

اور ابن ماجہ علیہ نے ابن عباس رضی کے طریق سے روایت کی ہے مگر اس سند میں حسین بن عبد اللہ ہے جو ضعیف ہے۔

اور ترمذی علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کی ہے۔ اور اس سند میں کچھ کلام ہے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث کئی وجوہ سے روایت کی گئی ہے۔ اور لفظ اس حدیث کے یہ ہیں۔ ما قبض اللہ الخ اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کی روح نہیں قبض کی مگر اُسی جگہ پر جہاں اوس کا مدفون ہونا اللہ کو پسند ہوا۔ اھ

اور امام مالک نے موطا علیہ میں بصیغۂ بلاغ ذکر کیا۔ اور اون کا بلاغ ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ موطا قرآن و صحیح بخاری کے بعد سب سے صحیح تر اور حدیث صحیح کی جامع تر کتاب ہے۔ اور اسی حدیث کو ترمذی نے شمائل علیہ میں سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کے طریق سے (موقوف بر ابو بکر رضی اللہ عنہ) ذکر کیا۔ اور سند اسکی صحیح اور عمدہ ہے۔ لفظ یہ ہیں۔ ان اللہ لم یقبض الخ یعنی اللہ تعالیٰ

منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۴ ص ۱۵

ص ۳۵

ابن ماجہ ص ۱۱۸

ترمذی ص ۱۲۱

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۱۲

نے آپ کی روح اقدس کو قبض نہ فرمایا۔ مگر اچھی جگہ میں۔
اور شیخ ابن حجر مکی نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ یہ میں نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے سنا ہے۔
پھر جب جماعت صحابہ نے حجرہ شریفہ میں آپ کا دفن کیا جانا مناسب جانا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حکم کی حکایت بھی بیان کی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ مکان اور قبہ قبر کے اوپر بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔
اگر کہا جائے۔ کہ یہ ممکن ہے۔ کہ یہ حکم انبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص ہو۔
ہم کہیں گے۔ کہ مقام سکونت اور وفات میں دفن کا لازمی ہونا تو مسلّم ہے۔ مگر مکان کے اندر دفن کرنا بھی انبیاء کے لئے مخصوص ہے! اس پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ باوجودیکہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اوسی مکان کے اندر دفن ہوئے۔
اگر کہا جائے۔ کہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے زمانہ اقدس میں ہر شخص ایسی ہی جگہ دفن کیا گیا جس کے اوپر کوئی بنا نہ تھی۔
ہم کہیں گے کہ یہ دلیل جواز ہوگی قبرستان میں ایسی جگہ پر دفن کرنے کی جس کے اوپر بنا نہ ہو۔ اور عدم جواز بنا کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے۔ حالانکہ عدم جواز میں کوئی روایت ثابت نہیں علاوہ بریں امر مسنون کبھی خود نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم سے ثابت ہوتا ہے۔ اور کبھی خلفاء راشدین سے۔ اور یہ سنت صحابہ کی ہوگی کیونکہ انہوں نے اسی مکان کو اچھا اور مناسب قرار دیا جس کے

اوپر بنا تھی۔ اور حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الخ اس حدیث کو امام احمد اور ابن حبان نے معتبر احادیث میں اور حاکم وطحاوی وابو داؤد وابن ماجہ واجری اور ترمذیؒ نے بیان کیا ہے۔ اور ترمذی نے صحیح بتایا۔

ازانجملہ حدیث دوم وہ ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا۔ کہ جب حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) نے وفات پائی تو آپ کی اہلیہ نے آپ کی قبر پر قبہ بنا دیا الخ۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ اس میں دلیل ہے۔ قبر کے اوپر قبہ اور خیمہ بنانے کے جواز کی۔ چنانچہ اس مطلب کو ملا علی قاری نے توریشتی سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بنا، زائرین اور آنے والوں کے فائدہ کی نیت سے تھی۔

عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ خیمہ کا قصہ یہ ہے۔ کہ سیدنا عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ام المومنین زینب بنت جحش کی قبر پر لگایا تھا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر اور محمد بن الحنفیہ نے عبد اللہ بن عباس کی قبر پر۔ اور فاطمہ بنت حسین نے اپنے شوہر کی قبر پر بنایا تھا (رضی اللہ عنہم اجمعین)

فقیر کہتا ہے۔ کہ ایسے اچھے لوگوں کا یہ عمل قبہ کی اباحت کیلئے دلیل ہے۔ اور شرعاً اس کی عدم ممانعت ثابت کرتا ہے۔

اگر کہا جائے۔ کہ (فاطمہ بنت الحسین) نے جو قبہ بنایا تھا اسے

بعد چندے اٹھا دیا تھا۔

ہم کہیں گے۔ کہ انہوں نے قبہ اپنے ٹھہرنے کے لئے بوجہ فرط غم کے (قبر کے پاس)، نیز اُن کے حق میں دعا کرنے کے لئے بنایا تھا جب غم کی حالت سنبھل گئی تو قبہ کو اُٹھا دیا گیا۔ اگر قبہ و خیمہ قبر کے اوپر قائم کرنا ناجائز ہوتا۔ تو وہ سیدہ یہ کام شروع نہ کرتیں۔ اور نہ امیر المومنین اس امر کو منظور فرماتے۔

از انجملہ تیسری حدیث عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ یشفع یوم القیامۃ الخ یعنی قیامت میں تین گروہ انبیا۔ علماء حقانی پھر شہدا کی شفاعت قبول ہوگی۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیان کیا۔ اور سند اس کی ضعیف ہے۔ لیکن حدیث ضعیف فضائل میں مقبول ہے۔ حالانکہ علامہ سیوطی نے اس کو حسن بتایا۔ کیونکہ اون کی جانب سوا حدیث عثمان کے ماسوا دوسری روایت موجود ہے۔

اور اسی کے شواہد میں سے حدیث ابو ہریرہ ہے۔ کہ الشہید یشفع فی سبعین من الخ یعنی مرد شہید کی شفاعت اسکے خاندان کے ستر لوگوں میں قبول کی جائے گی۔ اور اس سے کہا جائے گا۔ کہ ٹھہرو اور شفاعت کئے جاؤ جب تک کہ حساب کا قصہ ختم ہو جائے۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں طول کے ساتھ بسند حسن بیان کیا ہے۔ اور علماء ہی انبیا کے وارث ہیں۔ اور عابدوں پر انہیں فضیلت کثیرہ حاصل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو اصحاب شفاعت ہیں انکی قبر کی

لمعات وغیرہ

جامع الصغیر للسیوطی جلد ۲

مشکوٰۃ رواہ ترمذی وغیرہ

زیارت سے زائروں کے لئے موجب شفاعت ہے۔ کیونکہ یہ حضرات اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ کیونکہ حضور پرنور شافع یوم النشور کا ارشاد اقدس ہے۔ کہ الانبیاء احیاء فی قبورھم یعنی سب انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس حدیث کو ابو یعلے موصلی نے اپنی مسند میں بسند حسن اور بیہقی نے کتاب حیاۃ الانبیاء میں ذکر کیا ہے۔

نیز باری تعالے کا ارشاد ہے۔ ولا تحسبن الذین الخ یعنی اے ہمارے نبی آپ ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں۔ کہ جو لوگ ہماری راہ میں مارے گئے ہیں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ سب اپنے پروردگار کے پاس ایسے زندہ موجود ہیں۔ کہ کھاپی رہے ہیں۔

پھر زیارت زندوں کی موجب شفاعت ہے۔ اس لئے کہ اُن سے تعارف حاصل ہوجاتا ہے۔

نیز حضور نے فرمایا۔ کہ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی۔ اس روایت کو دولابی نے ابو عبد الرحمٰن کی کنیت کے باب میں بیان کیا ہے۔ اور یوں کہا کہ ہمکو روایت کی علی بن معبد بن نوح اور وہ راوی موسے بن ہلال سے وہ راوی عبد اللہ بن عمر ابو عبد الرحمٰن سے وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ اور یہ سند حسن صحیح ہے۔ کیونکہ ابن معین نے کہا ہے۔ کہ عبد اللہ بن عمر العمری معتبر ہے نافع کی روایت میں۔ اور نافع بھی معتبر ہے۔ اور موسیٰ بن ہلال کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ امید ہے۔ کہ اس میں کوئی نقص نہیں۔ اور علی بن معبد جو شیخ طحاوی اور نسائی ہے۔ اس کے متعلق عجلی نے کہا ہے۔ کہ وہ

معتبر صاحب سنت ہے۔ اھ

اور یہ حدیث بُری نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی متابعت اوس کے باپ کی نزدیک طیالسی کے اوس کی مسند میں نافع کی متابعت زید بن اسلم ابو عبدالرحمٰن نے کی۔ بزار کے نزدیک اوس کے مسند میں اور عبداللہ بن عمر کی متابعت اوس کے بھائی عبیداللہ نے کی۔ عقیلی کے نزدیک الضعفا میں اور موسےٰ بن ہلال کی متابعت محمد بن اسمٰعیل بن سمرہ نے اور علی بن معبد کی متابعت فضل بن سہل نے کی ہے۔ جیسا کہ علامہ سبکی نے شفاء الاسقام میں ذکر کیا۔ اور کہا کہ موسیٰ بن ہلال نے اس حدیث کو کبھی عبیداللہ سے اور عبداللہ بن عمر دونوں سے سنا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ موسےٰ بن ہلال سے امام احمد نے روایت فرمائی ہے۔ حالانکہ آپ بجز ثقہ کے دوسرے سے روایت کرتے ہی نہیں۔ اھ

فقیر کہتا ہے۔ کہ علما سے مراد وہ ہیں۔ جو اُن میں سے پرہیزگار ہوں۔ ابن عباس نے فرمایا۔ کہ جو خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہے وہی شخص عالم ہے۔ دارمی نے اپنی سنن میں ایسی سند سے بیان کیا ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جب ثابت ہُوا کہ وہ حضرات زندہ ہیں۔ اور اُن کی زیارت فائدہ بخش ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ اُن کے لئے زندوں کی طرح کوئی جامے بنائی جاوے۔ کہ لوگ وہاں پہنچکر اون کی زیارت کیا کریں۔ اور اس مکان کی وجہ سے اُن حضرات کا پتہ چل سکے اور

شناخت ہو۔ اور ہر آنے والا شخص معلوم کرلے (کہ یہ فلاں شخص صالح کا مزار ہے) اگر معمولی اشخاص کے مانند اُن کی بھی قبریں ہوتیں تو تھوڑی مدت کے بعد اُن کی قبروں کی شناخت دشوار ہوگی۔ اور التباس پڑجائیگا۔ چنانچہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔

ازاں جملہ چوتھی حجت یہ ہے۔ کہ سلف اور خلف نے قبر کے اوپر مکان بنانے کے جواز پر اجماع کیا ہے۔ اور مسلمانوں کا اجماع ایک حجت ہے۔ حدیث نبوی کا ارشاد ہے۔ کہ ان اللہ اجارکم الخ یعنے اللہ تعالیٰ نے تم کو تین خرابیوں سے پناہ میں رکھا ہے۔ (اور یہ ذکر کیا) اور یہ کہ تم سب کے سب گمراہی پر متفق ہو جاؤ۔ ابوداؤد نے باب الفتن میں اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور سکوت کیا۔ اور ابی مالک اشعری کی روایت سے اس کی سند عمدہ ہے۔ اور دارمی نے اسی حدیث کو عمرو بن قیس بن زائدہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

اور اس بارہ میں ابی مسعود یا ابن مسعود سے مروی ہے۔ جس کو ابو حنیفہ نے ذکر فرمایا۔

اور حضرت انس سے مروی ہے۔ جس کو ابن ماجہ اور دولابی نے بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں کچھ گفتگو ہے۔ اور ایک روایت حضرت انس سے اور بھی ہے جس کو امام احمد اور طبرانی وغیرہما نے نقل کیا ہے۔

اور ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ جس کو ترمذی۔ بیہقی۔ حاکم۔ مقدسی۔ ابو نعیم اور ابن مندہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ حدیث مشہور

ہے۔

یلبی نے ذکر کیا ہے۔ کہ فضلاء اولیاء و علماء کی قبروں کے اوپر مکان بنانے کو سلف نے مباح کر دیا ہے۔ تاکہ لوگ وہاں آکر اون کی زیارت کریں۔ اور وہاں راحت بھی پائیں۔ اھ

اگر کہا جائے۔ کہ لوگ تو قبروں پر لکھتے بھی ہیں۔ حالانکہ یہ نہ چاہیئے۔

میں کہونگا۔ کہ غایۃ مافی الباب کراہت تنزیہی لازم آسکتی ہے۔ جو لکھنے والوں کی ضلالت کو مستلزم نہیں۔ تو یہ جائے اعتراض بھی نہیں۔

علاوہ بریں قبر کے اوپر مکان بنانے کے عدم جواز کے بارہ میں کوئی دلیل یا روایت ہنوز ثابت نہیں ہوئی ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وسلم

تمت بالخیر

وآذا قد وقع الفراغ من ت‍ ‍ ـہ ہذہ الترجمۃ فی لیلۃ الجمعۃ الغراء التاسعۃ من الشہر الافضل ربیع الاول من السنۃ ۱۳۲۵ الہجریۃ النبویۃ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ سمیتہ موئۃ غالہا لبعض الصواعق الہندیۃ فی ترجمۃ جزء الرد علی النجدیۃ واللہ المسئول ان تقبلہا خالصا لوجہہ الکریم وینفع بہا المسلمین

ویجعلها ذخرا وعُدّۃً لی یوم الدین۔ وھو بالاجابۃ جدیر وعلی مایشاء قدیر وانا العبد الفقیر الحقیر سیدنا احمد الحنفی القادری الچشتی۔ کان اللّٰہ لہ امین۔ والحمد للّٰہ رب العالمین۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اباطیل وہابیہ } یہ وہی رسالہ غیر مقلدین نجدیوں کے گندے گھنونے (۲۲۱) مسائل کا مجموعہ ہے۔ جو دو ہزار تعداد میں چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگیا ہے۔ حال ہی میں معہ اضافہ دیگر (۱۴۳) نمبرات وعبارات جدیدہ ومفیدہ دوبارہ طبع ہوا ہے۔ تو اب یہ غیر مقلدین وہابی نجدیوں کے گندے گھنونے (۳۶۵) مسائل کا مجموعہ ہوگیا ہے۔ جو صدہا روپیہ کی کتابیں فراہم کرنے پر بھی اس قدر ذخیرہ اکٹھا نہیں مل سکتا۔ کاغذ سفید چکنا۔ ٹائٹل رنگین۔ چھپائی لکھائی عمدہ۔ قیمت صرف ۴ر

الفوز الکبیر ترجمہ اردو نحو میر } بطور سوال وجواب معہ شجرہ نحویہ و حل تراکیب نقشہ واعداد وغیرہ قابل دید ہے۔ قیمت ۸ر

مرزائے قادیانی اور ختم نبوت المعروف مرزائیت کا جنازہ

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے تمام دلائل کا نہایت عمدگی اور شائستگی سے جواب دیا گیا ہے۔ مصنفہ شیر اسلام مولانا مولوی غلام احمد صاحب اخگر محمدی۔ احمدی سنی حنفی نقشبندی۔ مجددی۔ نوری۔ امرتسری حجم ۱۳۵ صفحات لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت صرف ۸ر

خیر الکلام فی منع قرأۃ خلف الامام } اس میں قرأت خلف الامام کے متعلق ایک غیر مقلد مولوی کا حضرت مولانا مولوی عبد الواحد خان صاحب رامپوری سلمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مباحثہ ہے۔ جو سوال وجواب کے رنگ میں ہے۔ حجم ۴۴ صفحات ہے قابل دید ہے۔ قیمت ۴ر

مَن اَنْ

شمع مذہب ملت ک

جو خوفناک آندھی چل ر

ظاہر ہے، کہ فقط احسا

تدابیر اختیار نہ کی جائیں

اور دشمنانِ ملت حق او

آپ اسی طرح نچلے بیٹھے

غافل رہنے کا تہیہ کر چکے

ہفتہ وار

کی خریداری قبول فرما

شائع ہوتی ہیں۔ اندر

عیسائی۔ آریہ وغیرہ کا

ہوکر رہ جاتے ہیں۔ یق

سالانہ بذریعہ وی پی

بذریعہ منی آرڈر عہ۔

ملنے کا پتہ

منیجر ہفتہ و

...صاری اِلی اللہ؟

...و بچانے کی غرض سے الحاد و زندقہ اور کفر و بیدینی کی
...ہی ہے۔ کوئی قلب نہیں جو اسے محسوس نہ کر رہا ہو لیکن
...س کافی نہیں تاوقتیکہ اس طوفان بیدینی سے بچنے کی
...یں۔ اسلام اور اہل سنت کا لباس پہنکر غارتگران مذہب
...ر باطل کو ملتبس کر رہے ہیں۔ پھر اے پرستاران حق! کیا
...رہیں گے؟ آپ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے فرض سے کب تک
...ے ہیں؟ بیدار ہو جئے۔ اور

...اخبار الفقیہ امرتسر

...یئے جس میں مذہب حنفیہ المنتہ کی صحیح اور سچی تعلیمات
...ونی اور بیرونی مخالفین وہابی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی
...رد اس خوبی سے ہوتا ہے کہ پرستاران باطل مبہوت
...ین نہ ہو تو آج ہی ہم سے نمونہ مفت طلب کیجئے قیمت
...للعہ۔ بذریعہ منی آرڈر للعہ، ششماہی بذریعہ وی پی عہ۔

...دار اخبار الفقیہ امرتسر (پنجاب)